قانون اتمام حجت اور قانون جہاد
ایک تجزیاتی مطالعہ

چھٹی قسط

ڈاکٹر حافظ محمد زبیر: ڈاکٹر حافظ حسین ازہر

۸۔ ''اقامت حجت'' کا مقصد ''دنیاوی عذاب الٰہی'' یا ''اخروی قطع عذر''؟

''اقامت حجت'' کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت سے ہے۔رسول اس لیے مبعوث کیے جاتے ہیں کہ وہ اپنی قوموں پر اس بارے میں حجت بن جائیں کہ میدان حشر میں مواخذے کے وقت ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔یہ ایک ایسی سنت یا قانون ہے کہ جس کے لیے کوئی استثناء نہیں ہے اور یہی ان آیات کا صحیح مفہوم ہے کہ جن سے ''اتمام حجت'' کا تصور اخذ کیا جاتا ہے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابی سعید الخدری'قال:قال رسول اللہ ﷺ:یجاء بنوح یوم القیامۃ'فیقال لہ :ھل بلغت؟فیقول:نعم'یارب'فتسال امتہ:ھل بلغکم ؟فیقولون:ماجاء نامن نذیر'فیقول:من شھودک؟فیقول:محمدوامتہ'فیجاء بکم'فتشھدون'ثم قرارسول اللہ ﷺ{وکذلک جعلنکم امۃوسطا}۔قال:عدلا{لتکونواشھدآء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا}[۱]

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت والے دن حضرت نوح علیہ السلام کولایا جائے گا اور آپ سے کہاجائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں تک پیغام پہنچادیا تھا؟تو آپ کہیں گے:جی ہاں'اے میرے مالک!اب ان کی امت سے سوال کیا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تم تک پیغام پہنچادیا تھا؟تو وہ جواب دیں گے:ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔پس اللہ عزوجل نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے:آپ کے گواہ کون ہیں؟تو وہ کہیں گے:محمد ﷺ اور ان کی امت'پس تمہیں لایا جائے گا اور تم گواہی دوگے۔(سبحان اللہ) اس

کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے سورۃ البقرۃ کی یہ آیت مبارکہ پڑھی: اور اسی طرح ہم نے تمہیں
۴ معتدل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر شہادت قائم کرو اور رسول ﷺ تم پر شہادت قائم کریں۔

مذکورہ بالا روایت کے مطابق نہ صرف اللہ کے رسول ﷺ بلکہ خود قرآن مجید نے بھی یہ واضح کیا ہے کہ جن آیات کو "اتمام حجت" کے قانون کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے' ان سے مراد یوم محشر میں "قطع عذر" ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

{ویوم نبعث فی کل امۃ شھیدا علیھم من انفسھم وجئنا بک شھیدا علی ھؤلآء} ۲؎

"اور جس دن ہم ہر امت میں سے' انہی میں سے ایک گواہ ان کے خلاف کھڑا کریں گے اور ہم آپ ﷺ کو اپنی قوم کے خلاف گواہ بنا کر لائیں گے۔"

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "شہادت علی الناس" کا اصل موضوع "آخرت کی شہادت" ہے نہ کہ "دنیا کی شہادت۔"

۹۔ "شھداء اللہ فی الارض" کا مفہوم

یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ مسلمان اس دنیا میں بھی گواہ ہیں۔ لیکن کس معنی میں مسلمانوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے "شھداء اللہ فی الارض" قرار دیا ہے' اس بارے ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن انس بن مالک' قال: مر بجنازۃ فاثنی علیھا خیرا' فقال نبی اللہ ﷺ: (وجبت' وجبت' وجبت') ومر بجنازۃ فاثنی علیھا شرا' فقال نبی اللہ ﷺ: (وجبت' وجبت' وجبت) قال عمر: فدی لک ابی وامی' مر بجنازۃ' فاثنی علیھا خیر' فقلت' (وجبت وجبت' وجبت) ومر بجنازۃ' فاثنی علیھا شر' فقلت: وجبت' وجبت' وجبت)؟ فقال رسول اللہ ﷺ: من اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ' ومن اثنیتم علیہ شرا وجبت لہ النار' انتم شھداء اللہ فی الارض' انتم شھداء اللہ فی الارض' انتم شھداء اللہ فی الارض) ۳؎

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو صحابہؓ نے میت کی تعریف کی۔ اس پر آپ نے کہا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب گئی۔ پھر آپ ﷺ کے پاس سے ایک اور جنازہ گزرا تو صحابہؓ نے میت کی برائی کی۔ اس

پر آپ ﷺ نے دوبارہ کہا: واجب ہوگئی' واجب ہوگئی' واجب ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا: اے نبی ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ نے ہر دو کے بارے میں ''واجب ہوگئی'' کے کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا: جس کے لیے تم نے نیک ہونے کی گواہی دی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کے بارے تم نے شریر ہونے کی گواہی دی تو اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو' تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو' تم اس زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔''

۱۰۔ ''اتمام حجت'' کا قانون اور ''اکراہ فی الدین'' کا قانون

محترم غامدی صاحب کا بیان کردہ ''اتمام حجت'' کا قانون' قرآن مجید کی صریح نص کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{لآ اکراہ فی الدین} ۴؎

''دین میں کسی بھی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے۔''

اس آیت کی تشریح میں مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں:

''اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔'' ۵؎

جب اسلام کسی کو ''دین اسلام'' قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا تو مشرکین عرب کو کیوں اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اسلام قبول کر لیں ورنہ تو ''اتمام حجت'' کے نتیجے میں قتل کر دیے جائیں گے؟ محترم غامدی صاحب کے ''اتمام حجت'' کے قانون کو مان لینے کی صورت میں مشرکین عرب پر یہ جبر بھی ماننا پڑتا ہے۔

۱۱۔ عذاب یا رحمت؟

محترم غامدی صاحب کے بیان کے مطابق سابقہ اقوام پر ''اتمام حجت'' کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا تھا' وہ آندھی و طوفان اور سیلاب و غرق کا تھا لیکن مشرکین عرب کے لیے ''اتمام حجت'' کی صورت میں جو عذاب نازل کیا گیا' اس کی دو صورتیں تھی: قتل یا قبول اسلام' پس عذاب کی یہ دوسری صورت وہ ہے کہ جسے رحمت اور نعمت کا نام دیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

۱۲۔ ''محکوم بہ'' یا ''حکم جہاد''؟

آخر میں ہم یہ نکتہ بھی واضح کردیں کہ اگر ہم محترم غامدی صاحب کے ''اتمام حجت'' کے قانون کو مان بھی لیں تو اس قانون کی ساخت اور بناوٹ ایسی ہے کہ اس کا تعلق جہاد سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے بنتا ہے کہ جن سے جہاد کیا جارہا تھا۔فنی زبان میں ہم اسے یوں بیان کریں گے کہ ''اتمام حجت'' کا تعلق ''حکم جہاد'' سے نہیں ہے بلکہ ''محکوم علیہ'' سے ہے۔پس ''اتمام حجت'' اور ''مکلف'' میں تعلق قائم کرنا ایک بامعنی بحث ہوگی جبکہ ''اتمام حجت'' اور ''حکم جہاد'' میں تعلق قائم کرنا کوئی معنی نہیں رکھے گا۔

خلاصہ بحث

(۱) صحیح اور محقق بات یہی ہے کہ ''اتمام حجت'' نام کی اصطلاح کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے۔قرآن مجید نے اس باب میں جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ''حجت'' کے ہیں۔اوران الفاظ کے سیاق وسباق سے ''اقامت حجت'' کی اصطلاح اخذ کی جاسکتی ہے کہ اللہ عزوجل اس دنیا میں اپنے بندوں پر ''حجت'' قائم کرتے ہیں تاکہ قیامت والے دن ان کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔یہ حجت دوطرح سے قائم ہوتی ہے ایک رسول کی دعوت سے اور دوسرا اللہ کی کتاب سے۔اللہ کے رسول ﷺ چونکہ آخری نبی ہیں لہذا آپ ﷺ کی رحلت کے بعد قیامت تک کے لیے اللہ کے بندوں پر اللہ کی کتاب کو ''حجت'' بنایا گیا ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب دونوں کے بارے اللہ کی کتاب کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا پھر جزیہ دے کر رہیں۔ارشاد باری تعالی ہے:

{قاتلو االذین لایؤمنون باللہ ولاباليوم الاخر ولایحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولایدینون دین الحق من الذین اوتو االکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوھم صغرون}[۶]

''تم قتال کروان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کو حرام نہیں ٹھہراتے جسے اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حرام ٹھہرایا ہو۔اوران اہل کتاب سے بھی قتال کرو جو دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔یہاں تک یہ لوگ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ چھوٹے بن کر رہیں۔''

اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا بیان ہے۔پہلی قسم ان مشرکین کی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اوراسے حرام قرار نہیں دیتے جسے اللہ اوراس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہو جیسا کہ

سورۃ یونس ۵۹' سورۃ النحل ۱۱۶ اور سورۃ الانعام ۱۳۶ ـ ۱۴۰ وغیرہ میں تفصیلات موجود ہیں۔اور دوسری قسم ان اہل کتاب کی ہے جو دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ان دونوں سے جہاد وقتال کی غایت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں۔

اس آیت مبارکہ سے ماقبل آیات میں شروع سورہ توبہ ہی سے مشرکین کا بیان چلا رہا ہے اور متصل قبل آیت مبارکہ ۲۷ میں {یآیہاالذین امنو آانماالمشرکون نجس...} کے بیان میں بھی مشرکین عرب ہی سے خطاب ہے۔پس آیت مبارکہ ۲۸ میں آغاز آیت {قاتلواالذین لایؤمنون باللہ ولاہالیوم الاخر} میں جو قتال کا حکم دیا گیا تو اس میں بھی مشرکین عرب ہی مخاطب ہیں۔اور ان کے بیان کے ذیل میں اہل کتاب کا بھی حکم بیان کر دیا گیا۔تو ایک پہلو تو نظم قرآن کا ہوا جو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا مراد لینا زیادہ بہتر ہے اور دوسرا خود آیت مبارکہ کے الفاظ {قاتلواالذین لایؤمنون باللہ ولاہالیوم الاخر} یہ واضح کرتے ہیں کہ ان سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ قرآن مجید نے اہل کتاب کا تعارف ایک ایسے گروہ کے طور نہیں کروایا جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھتے ہوں۔یہی وجہ ہے کہ جن مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں جو حکم قتال بیان ہوا ہے' اسے ایک ہی صنف اہل کتاب سے متعلق کیا ہے تو انہیں یہ ثابت کرنے کے لیے بہت عجیب وغریب تاویلیں کرنی پڑیں کہ اہل کتاب کسی طرح اللہ کو بھی نہیں مانتے اور آخرت پر بھی ان کا ایمان نہیں ہے۔ہمارے نزدیک ان تاویلوں کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں دو اصناف کا ذکر ہے اور اس کی تقدیر عبارت یوں بیان کی جاسکتی ہے:

{قاتلواالذین لایؤمنون باللہ ولاہالیوم الاخر} والذین {لایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب}

اللہ کے رسول ﷺ جب کوئی لشکر روانہ کرتے تھے تو یہ وصیت فرماتے جو کہ قرآن مجید کی درج بالا آیت مبارکہ کا بیان ہے:

اغزوا باسم اللہ فی سبیل اللہ قاتلوا من کفر باللہ اغزوا ولاتغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا واذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال او خلال فایتهن ما اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم ثم ادعهم الی الاسلام فان اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم ثم ادعهم الی التحول من دارهم الی

دارالمهاجرین واخبرهم انهم یکونون کاعراب المسلمین یجری علیهم حکم الله الذی یجری علی المؤمنین ولایکون لهم فی الغنیمةوالفیء شیء الاان یجاهدوامع المسلمین فان هم ابوافسلهم الجزیة فان هم اجابوک فاقبل منهم وکف عنهم فان هم ابوافاستعن بالله وقاتلهم۷۔

''اللہ کے رستے میں اللہ کے نام سے جنگ کا آغاز کرنا۔جوبھی اللہ کا کفر کرتا ہوٗاس سے قتال کرنا۔اورلوٹ مارمت کرنااورنہ ہی عہدشکنی کرنا۔اورکسی لاش کا مثلہ نہ کرنااورنہ ہی کسی بچے کوقتل کرنا۔اورجب تمہاراکسی مشرک دشمن سے سامنا ہوتوانہیں تین چیزوں کی دعوت دینااوران میں سے وہ جس کوبھی قبول کرلیں توتم بھی اسے ان سے قبول کرلینااوران سے جنگ سے رک جانا۔پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔پس اگروہ اسلام قبول کرلیں توتم بھی اسے ان سے قبول کرلینااوران سے جنگ نہ کرنا۔پھرانہیں ہجرت کی دعوت دیناکہ وہ اپنے گھرچھوڑکرمہاجرین کے شہرمنتقل ہوجائیں۔اورانہیں یہ بھی واضح کردیناکہ ہجرت کرنے کی صورت میں جوحقوق اورذمہ داریاں مہاجرین کی ہیں'وہ ان کی بھی ہوں گی۔پس اگروہ ہجرت سے انکارکردیں توانہیں یہ کہناکہ ان کامعاملہ مسلمان بدوؤں کاہوگااوران پروہ تمام احکامات لاگوہوں گے جواہل ایمان پرلاگوہوتے ہیں۔اوران کے لیے مال غنیمت اورمال فے میں صرف اسی صورت حصہ ہوگاجبکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہادمیں شریک ہوں گے۔پس اگروہ اسلام قبول کرنے سے انکارکردیں توان سے جزیہ طلب کرنا۔پس اگروہ جزیہ دے دیں توان سے وہ قبول کرلینااورجنگ سے رک جانا۔پس اگروہ جزیہ دینے سے بھی انکارکردیں توپھراللہ کی مددطلب کرنااوران سے قتال کرنا۔''

(۳)اللہ کے رسول ﷺ کے دیگرفرامین میں یہ بات صراحت سے موجود ہے کہ مشرکین اوراہل کتاب کومفتوح ومغلوب کرنے کی غرض سے جہادکایہ حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

(والجهادماض منذبعثنی الله الی ان یقاتل آخرامتی الدجال'لایبطله جورجائر'ولاعدل عادل)۸۔

''جہاداس دن سے جاری ہے کہ جس دن سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے'یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے قتال کرے گا۔اس جہادکوکسی ظالم کاظلم یاکسی عادل کاعدل منسوخ

نہیں کرسکتا۔"

البتہ یہ بات درست ہے کہ اس حدیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس امت میں ہر ہر لمحے قتال ہوتا رہے گا۔اس حدیث کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ جہاد کی اجازت قیامت تک باقی رہے گی اوراسے کوئی منسوخ نہیں کرسکتا۔اور جہاد یہاں وسیع معنی میں ہے کہ جس میں غلبہ دین کے لیے کی جانے والی ہرکوشش شامل ہے حتی کہ قتال بھی۔"منذبعثنی" کے الفاظ بتلارہے ہیں کہ یہاں جہاد سے مراد محض قتال نہیں ہے جبکہ"یقاتل" کے الفاظ اشارہ کررہے ہیں کہ یہاں جہاد میں قتال بھی شامل ہے۔

ایک اورروایت کے الفاظ ہیں:

(اذاتبایعتم بالعینة'واخذتم اذناب البقر'ورضیتم بالزرع'وترکتم الجهاد'سلط الله علیکم ذلالاینزعه حتی ترجعواالی دینکم)۹۔

"جب تم بیع عینہ کرنے لگ جاؤاوربیلوں کی دموں کوپکڑلو۔اورمحض کھیتی باڑی ہی پراکتفاکرلواورجہادکوچھوڑدوگے توایسی صورت میں اللہ تم پرایسی ذلت مسلط کردیں گے جسے کوئی چیزدورنہ کرسکے گی یہاں تک کہ تم اپنے دین یعنی جہادکی طرف واپس لوٹو۔"

ایک اورروایت کے الفاظ ہیں:

(الخیل معقودفی نواصیهاالخیر الی یوم القیامة:الاجر والمغنم)۱۰۔

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں اللہ نے قیامت تک کے لیے خیرلکھ دی ہے:اوروہ خیراجروثواب اورمال غنیمت ہے۔"

اس معنی کی تمام روایات قرآن مجیدکی آیت مبارکہ **{واقتلوهم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین لله}**۱۱۔ہی کا ہی بیان ہیں۔

(۴)بذریعہ جہادوقتال غیرمسلم اقوام کومفتوح ومغلوب بناکران پرجزیہ عائدکرنے کا یہ حکم نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام تک قائم رہے گا۔لیکن جب ان کانزول ہوگاتووہ جزیہ ختم کردیں گے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:**(والذی نفسی بیده'لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم علیه السلام حکمامقسطا'فیکسر الصلیب'ویقتل الخنزیر'ویضع الجزیة'ویفیض المال حتی لایقبله احد)**۱۲۔

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے'قریب ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام تمہارے مابین

ایک عادل حکمران کی صورت میں نازل ہوں۔پس وہ صلیب کوتوڑ دیں گے۔خنزیر کوقتل کر دیں گے۔اور جزیہ ختم کر دیں گے۔اوراس قدر مال خرچ کریں گے کہ کوئی قبول کرنے والانہ رہے گا۔''

(۵) جہاد وقتال کی علت اسلام میں ایک ہی ہے اوروہ ''ظلم وعدوان'' ہے۔اوراس کی دلیل نص صریح ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا} ۱۳؎

''جن لوگوں سے جنگ کی جاتی ہے'انہیں جہادوقتال کی اجازت دی جاتی ہے'اس سبب سے کہ ان پرظلم ہوا۔''

اس آیت مبارکہ میں ''باء''تعلیل کے لیے ہے۔پس ''ظلم وعدوان'' جہادوقتال کی وہ منصوص حکمت ہے کہ جسے کتاب وسنت نے ظلم کی متعین صورتوں کے بیان کے ساتھ علت بنادیا ہے۔قرآن مجید بظاہرجن منضبط اوصاف کی بنیاد پر جہادوقتال کاحکم دیا گیا ہے وہ دراصل ''ظلم وعدوان'' ہی کی صورتیں ہیں۔اسلام ظلم وعدوان کی کسی صورت کوکسی طور برداشت نہیں کرتا' چاہے یہ اہل ایمان پرہو یاچاہے انسانوں پرہو۔یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ''ظلم وعدوان'' کے خاتمہ کے لیے ظالموں کے خلاف قتال کومشروع قراردیا ہے'چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ آیت مبارکہ میں ہے:

{وان طآئفتن من المؤمنین اقتتلوفاصلحوابینھمافان بغت احدھماعلی الاخری فقاتلواالتی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ} ۱۴؎

اب اگرسوال یہ ہوکہ اللہ کے رسول ﷺ اورخلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب 'یہودوعرب'اہل فارس اوراہل روم سے جہادوقتال کیوں ہوا؟اگراتمام حجت وجہ نہیں تھی تواس جہادوقتال کی کیاوجہ تھی؟ہمارے نزدیک جہادوقتال کی ایک ہی وجہ ہے اوروہ ''ظلم وعدوان'' ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں' چاہے یہ ظلم ایک مسلمان دوسرے مسلمان پرکرے یاچاہے ایک انسان دوسرے انسان پرکرے۔قرآن مجید بظاہرجن منضبط اوصاف کی بنیاد پر جہادوقتال کاحکم دیا گیا ہے وہ دراصل ''ظلم وعدوان''ہی کی صورتیں ہیں۔پس آپ ﷺ اورخلفائے راشدین کے زمانے میں مشرکین عرب'اہل کتاب اوراہل فارس نے اپنے مذہبی عقائدکی روشنی میں جوایک ظالمانہ اوراستحصالی اجتماعی یاریاستی نظام قائم کررکھاتھا' دراصل اس ظالم اوراستحصالی ریاست کے خلاف جہادوقتال کیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت ربعی بن عامرؓ کارستم کے دربار میں جوطویل مکالمہ

ہوااوراس میں رستم کے سوال پوچھنے پر کہ تم عرب ہم سے کیوں لڑنے آئے ہو؟ یہ جواب دیا:

"اللہ ابتعثنا' واللہ جاء بنالنخرج من شاء من عبادۃالعبادالی عبادۃاللہ' ومن ضیق الدنیاالی سعتہا' ومن جور الادیان الی عدل الاسلام" ۱۵؎

"اللہ نے ہمیں بھیجا ہے' اوراللہ نے ہمیں تمہارے پاس اس لیے لایا ہے کہ جس کے بارے اس کی مشیئت ہے' اسے ہم بندوں کی غلامی سے نکال کراللہ کی غلامی میں داخل کریں' دنیا کی تنگیوں سے نکال کراس کی وسعتوں سے ہمکنار کریں' مذاہب عالم کے ظلم سے نکال کراسلام کے عدل میں داخل کریں۔"

پس ایک اسلامی ریاست کی اقوام عالم کے حوالہ سے دوخارجی ذمہ داریاں ہیں: ایک عالم دنیا تک پیغام رسالت کو پہنچانا اوردوسرا عالم دنیا سے ظلم کا خاتمہ۔ پہلی ذمہ داری کے لیے دعوت وتبلیغ کے عمل کوریاست کی سرپرستی حاصل ہوگی جبکہ دوسری کے لیے جہادوقتال کومشروع قراردیا گیا ہے۔ پہلی ذمہ داری کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت **{ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیرویامرون بالمعروف وینہون عن المنکرواولئک ہم المفلحون}** ۱۶؎ ہے جبکہ دوسری ذمہ داری کی دلیل یہ آیت مبارکہ **{قاتلواالذین لایؤمنون باللہ ولاباالیوم الاخرولایحرمون ماحرمہ اللہ ورسولہ ولایدینون دین الحق من الذین اوتواالکتب حتی یعطواالجزیۃعن یدوہم صغرون}** ۱۷؎ ہے۔ دوسری ذمہ داری کی ادائیگی میں البتہ یہ ضرور ملحوظ رکھا جائے گا کہ مسلمان ریاست کے پاس مشرک اورغیرمسلم اقوام کومفتوح اورمغلوب کرنے کی استطاعت اورصلاحیت موجود ہو۔ اگرکسی مسلمان ریاست کے پاس یہ استطاعت اورصلاحیت نہ ہوگی تواس کے لیے اس غرض سے جہادوقتال بھی درست نہیں قرارپائے گااوراس صورت میں وہ دوسری اقوام کے حوالے سے صرف دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ادا کرنے پراکتفاکرے گی۔ باقی رہی اسلامی ریاست کی داخلی ذمہ داریاں تووہ اس تحریر کا موضوع نہیں ہے۔

(۶) سورۃ توبہ کی وہ آیات جومشرکین کوصرف یہ آپشن دیتی ہیں کہ وہ اسلام قبول کریں توان مشرکین سے مرادوہ مشرک قبائل ہیں جن کا مسلمانوں سے امن کا معاہدہ تھااورانہوں نے ظلم ڈھاتے ہوئے وہ معاہدہ توڑدیالہذا ان کے سابقہ جرائم کی بھی ایک لمبی فہرست کوسامنے رکھتے ہوئے ان کے پاس "نقض عہد" کی سزایہ بیان ہوئی کہ انہیں قتل کردیا جائے۔ البتہ اس سزامیں بھی اس قاعدے کی

رعایت رکھی گئی کہ اسلام پچھلے گناہوں کو گرا دیتا ہے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما:ان ناسا'من اهل الشرک کانوا قدقتلوا واکثروا'وزنوا واکثرو'فاتوا محمداﷺفقالوا:ان الذی تقول وتدعوا الیه لحسن'لوتخبرنا ان لماعملنا کفارة فنزل:{والذین لایدعون مع الله الهاآخرولاتقتلون النفس التی حرم الله الابالحق ولایزنون}(الفرقان :٦٨)ونزلت {قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لاتقنطوا من رحمة الله}(الزمر:٥٣)١٨ھ

''سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ کچھ مشرک لوگ جنہوں نے بہت قتل وغارت اور بدکاری کی تھی'آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور کہا:اے نبی ﷺ! آپ ایک اچھی بات کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن ہمیں یہ بتلائیں کہ جو ہم کر چکے ہیں'اسلام لانے کے بعد اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ اس پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں۔جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے'اور کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے'اور زنا نہیں کرتے۔اور یہ آیات بھی نازل ہوئیں:اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں:اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے'اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔''

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ سیدنا عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں:

فلماجعل الله الاسلام فی قلبی اتیت النبی ﷺفقلت:ابسط یمینک فلابایعک'فبسط یمینه'قال:فقبضت یدی'قال:(مالک یاعمرو؟)قال:قلت:اردت ان اشترط'قال:(تشترط بماذا؟)قلت:ان یغفرلی'قال:(اماعلمت ان الاسلام یهدم ماکان قبله؟)١٩ـ

''پس جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا تو میں اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ سے کہا:اپنا ہاتھ پھیلائیں تاکہ میں آپ سے بیعت کرسکوں۔پس آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا تو میں نے پکڑ لیا۔آپ ﷺ نے کہا:اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے کہا:میں بیعت کے ساتھ ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔آپ ﷺ نے کہا:کیا شرط؟ میں نے کہا:مجھے معاف کردیا جائے۔آپ ﷺ نے کہا:کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اسلام پچھلے تمام گناہ معاف کردیتا ہے۔''

(٧){کتب الله لاغلبن انا ورسلی ان الله قوی عزیز}٢٠ـ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول غالب آئیں گے۔اس غلبے کی صورت میں یہ ضروری نہیں ہے کہ قوم نیست ونابود کردی جائے جیسا کہ

سیدناموسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جب جادوگرمیدان میں آئے توان کی شکست پرقرآن مجید نے{فغلبوا ھنالک وانقلبوا صغرین}۲۱؎کے الفاظ سے تبصرہ کیا۔پس رسول کا غلبہ اگرصرف دلیل سے ہوتووہ بھی اس آیت کے مفہوم میں شامل ہے جیسا کہ علامہ زمخشریؒ نے بھی یہ مفہوم بیان کیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ کواپنی قوم کے مقابلے میں یہ صورت حاصل ہوئی کہ غلبہ دلیل وتلواردونوں سے حاصل ہوا جبکہ سیدناابراہیم علیہ السلام کواپنی قوم پرجوغلبہ حاصل ہوا وہ صرف دلیل وبرہان کی صورت میں تھا جیسا کہ آیات کریمہ {فرجعوا الی انفسھم فقالوا انکم انتم الظلمون ثم نکسوا علی رء وسھم لقدعلمت ماھؤلآء ینطقون }۲۲؎اورآیات کریمہ {قلنایا نارکونی برداوسلماعلی ابراھیم وارادوابہ کیدافجعلنھم الاخسرین ونجینہ ولوطاالی الارض التی برکنافیھاللعلمین }۲۳؎اورآیت کریمہ {فامن لہ لوط وقال انی مھاجر الی ربی انہ ھوالعزیز الحکیم}۲۴؎میں واضح طورموجود ہے۔

(۸)اسی طرح قرآن مجید کی آیت {وماکنامعذبین حتی نبعث رسولا}۲۵؎سے اصلا مراداخروی عذاب ہے جیسا کہ آیت مبارکہ کے سیاق{وکل انسان الزمنہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیمۃ کتبایلقہ منشورا اقرا کتبک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا من اھتدی فانمایھتدی لنفسہ ومن ضل فانمایضل علیھا ولاتزروازرۃ وزراخری وماکنامعذبین حتی نبعث رسولا}۲۶؎سے واضح ہوتا ہے۔لیکن یہ کہنا بھی درست ہے کہ دنیامیں بھی کسی قوم پراس وقت تک عذاب استیصال نازل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی طرف کوئی رسول نہ بھیج دیا جائے کیونکہ حجت رسول سے قائم ہوتی ہے نہ کہ عقل وفطرت سے ۔یہ دومختلف مقدمات ہیں۔ایک یہ کہ کسی قوم پراس وقت تک عذاب نہیں آتا جب تک اس کی طرف رسول بھیج کراس پرحجت نہ قائم کی گئی ہو۔عقل،فطرت یا تاریخ کے اسباق وغیرہ کی بنیاد پرقائم حجت ایسی حجت نہیں ہے جوقوموں پرعذاب کے نزول میں ''قطع عذر'' کے درجے میں حجت بن سکے۔اوردوسرا یہ کہ جس قوم کی طرف بھی رسول بھیجا گیا ہواُس پررسول کی زندگی میں ہی ضرورعذاب نازل ہوتا ہے۔پہلامقدمہ درست ہے اوردوسراغلط ہے۔اس آیت سے مراداگردنیا کا عذاب لیا جائے تواس سے صرف پہلامقدمہ ہی ثابت ہوسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وماکان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھارسولایتلواعلیھم ایتناوماکنامھلکی

القری الاو اھلھاظلمون}۲۷۔

(۹) آیت مبارکہ {ولکل امۃ رسول فاذاجآء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لایظلمون}۲۸۔سے مراد قیامت کے دن رسولوں کا اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔{قضی بینھم بالقسط}اور{وھم لایظلمون} کا اسلوب بیان یہ صراحت کررہاہے کہ اس سے مراد آخرت کی عدالت ہے۔جیسا کہ قرآن مجید کے دیگر مقامات پر آخرت کی عدالت ہی کے ضمن میں یہی اسلوب بیان وارد ہوا ہے۔اس آیت مبارکہ میں خاص طور''قسط'' کا لفظ بھی قابل غور ہے جس کا بیان عذاب کی بجائے فیصلے کے لیے زیادہ مناسب وملائم ہے۔امام مجاہدؒ نے بھی اس آیت مبارکہ میں رسولوں کے آنے سے میدان حشر کی عدالت میں ان کا پیش ہونا مراد لیا ہے۔اسی طرح دیگر آیات سے بھی اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

{وجآیءبالنبین والشھدآءوقضی بینھم بالحق وھم لایظلمون}۲۹۔

اگر یہ اعتراض کیاجائے کہ ان آیات کے سیاق میں دنیاوی عذاب کا ذکر ہے تو یہاں آخرت کیسے مراد لی جاسکتی ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کے معنی ومفہوم کے تعین میں سیاق کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن مدعا یہ ہے کہ اگلی آیات کے سیاق سے اگر ایک ایسا مفہوم نکل رہا ہو جسے خود اس آیت کا سیاق قبول نہ کررہا ہو تو اس صورت میں آیت کے سیاق سے سمجھ آنے والے مفہوم کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ قرآن مجید میں مخاطب کی مسلسل تبدیلی''اسالیب خطاب''میں شامل ہے۔

(۱۰) آیت مبارکہ {واذقالوا اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السمآء او ائتنا بعذاب الیم}۳۰۔کی وضاحت اگلی آیت {وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون}۳۱۔میں موجود ہے۔اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے واضح طور بیان کیا ہے کہ اے نبی ﷺ جب تک آپ اور استغفار کرنے والے ان میں موجود ہیں اللہ ان پر کسی عذاب کو نازل کرنے والا نہیں ہے۔

اس کے متصل بعد آیت مبارکہ {ومالھم الایعذبھم اللہ وھم یصدون عن المسجدالحرام}۳۲۔میں صرف اس بات کا ذکر ہے کہ مشرکین مکہ عذاب کے مستحق ہیں لیکن یہ اللہ عزوجل کی مہلت ہے کہ اللہ ان پر کسی وجہ سے عذاب نازل کرنے والا نہیں ہے جیسا کہ پچھلی

آیت مبارکہ میں ہے۔

(۱۱) آیت مبارکہ{سال سآئل بعذاب واقع ہ للکفرین لیس له دافع} ۳۳ میں جس عذاب کا ذکر ہے' وہ قیامت کے دن کا عذاب ہے جیسا کہ اس کے بعد کی آیات{من اللہ ذی المعارج ہ تعرج الملئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ ہ فاصبر صبرا جمیلاہ انھم یرونہ بعیداہ ونرہ قریباہ یوم تکون السمآء کالمھل ہ وتکون الجبال کالعھن ہ ولا یسئل حمیم حمیماہ بصرونھم یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ ببنیہ ہ وصاحبتہ واخیہ ہ وفصیلتہ التی تؤیہ ہ ومن فی الارض جمیعا ثم ینجیہ ہ کلا انھا لظی ہ نزاعۃ للشوی ہ تدعو من ادبر وتولی ہ وجمع فاوعی} ۳۴ سے واضح ہے۔

(۱۲) آیت مبارکہ{ویستعجلونک بالعذاب ولو لآ اجل مسمی لجآءھم العذاب ولیاتینھم بغتۃ وھم لا یشعرون ہ یستعجلونک بالعذاب وان جھنم لمحیطۃ بالکفرین یوم یغشھم العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم ویقول ذوقوا ما کنتم تعملون} ۳۵ سے واضح ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ سے عذاب نازل کرنے کا جو بھی مطالبہ کیا یا اللہ عزوجل نے مشرکین کو اس کے جواب میں جس عذاب سے ڈرایا' تو وہ دنیا کی بجائے آخرت کا عذاب تھا۔ پس یہ مقدمہ قرآن مجید کی ان صریح آیات کے مطابق بہت ہی کمزور محسوس ہوتا ہے کہ مشرکین عرب پر کوئی ایسا عذاب نازل ہوا تھا جیسا کہ پچھلی قوموں پر نازل ہوتا تھا۔

(۱۳) آیت مبارکہ{قل ھل تربصون بنآ الآ احدی الحسنیین ہ ونحن نتربص بکم ان یصیبکم اللہ بعذاب من عندہ او بایدینا فتربصوآ انا معکم متربصون} ۳۶ میں جس عذاب کا ذکر ہے' اس کے مخاطب مشرکین نہیں بلکہ منافقین ہیں جیسا کہ سیاق وسباق سے واضح ہے۔

اور انہی منافقین کے بارے اللہ عزوجل نے یہ فرمایا:

"{فلا تعجبک اموالھم ولآ اولادھم انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا وتزھق انفسھم وھم کفرون ہ ویحلفون باللہ انھم لمنکم وما منکم ولکنھم قوم یفرقون} ۳۷۔

پس جس طرح مشرکین کو دنیا میں عذاب کی وعید سنائی گئی' اسی طرح منافقین کو بھی دنیا میں عذاب کی وعید سنائی گئی لیکن ان دونوں گروہوں پر ویسا عذاب نہیں آیا جیسا کہ پچھلی قوموں پر رسولوں کی نافرمانی کی صورت میں آیا تھا۔

حواشی

۱۔البخاری،ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،صحیح البخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب قولہ تعالیٰ:{وکذلک جعلنا لکم امۃ وسطا}:۷۳۴۹،دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،الطبعۃ الثانیۃ،۱۹۹۲م

۲۔سورۃ النحل:۸۹:۱۶

۳۔صحیح المسلم کتاب الجنائز،باب فیمن یثنی علیہ خیراوشرمن الموتی:۹۴۹

۴۔سورۃ البقرۃ:۲۵۶:۲

۵۔اصلاحی،امین احسن،مولانا،تدبر قرآن:۱/۵۹۳،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،طبع اول،۱۹۹۹ء

۶۔سورۃ التوبۃ:۲۹:۹

۷۔صحیح مسلم،کتاب الجھادوالسیر،باب تامیرالامام الامراء علی البعوث ووصیۃ ایاھم ب آداب الغزووغیرھا:۱۷۳۱

۸۔السجستانی،ابوداؤد،سلیمان بن الاشعث،سنن ابی داؤد،کتاب الجھاد،باب فی الغزومع ائمۃ الجور:۲۵۳۲،قال الالبانی ھذا الحدیث ضعیف،دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،الطبعۃ الاولیٰ،۱۹۹۹م

۹۔سنن ابی داؤد،کتاب البیوع،باب فی النھی عن العینۃ:۳۴۶۲،قال الالبانی ھذا الحدیث صحیح

۱۰۔صحیح بخاری،کتاب الجھادوالسیر،باب الجھاد ماض مع البروالفاجر:۲۸۵۲

۱۱۔سورۃ الانفال:۳۹:۸

۱۲۔صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب نزول عیسی ابن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ:۱۵۵

۱۳۔سورۃ الحج:۳۹:۲۲

۱۴۔سورۃ الحجرات:۹:۴۹

۱۵۔الطبری،محمد بن جریر،تاریخ الطبری:۳/۵۲۰،دارالتراث،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ،۱۳۸۷ھ۔

۱۶۔سورۃ آل عمران:۱۰۴:۳

۱۷۔سورۃ التوبۃ:۲۹:۹

۱۸۔صحیح بخاری،کتاب تفسیر القرآن،باب قولہ {یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ......}

۱۹۔صحیح مسلم،کتاب الایمان،باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ وکذا الھجرۃ والحج:۱۲۱

۲۰۔سورۃ المجادلۃ:۲۱:۵۸

۲۱۔سورۃ الاعراف:۱۱۹:۷

۲۲۔سورۃ الانبیاء:۲۱:۶۴۔۶۵

۲۳۔ایضا:۲۱:۶۹۔۷۱

۲۴۔سورۃ العنکبوت: ۲۹: ۲۶
۲۵۔سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷: ۱۵
۲۶۔سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷: ۱۳۔۱۵
۲۷۔سورۃ القصص: ۲۸: ۵۹
۲۸۔سورۃ یونس: ۱۰: ۴۷
۲۹۔سورۃ الزمر: ۳۹: ۶۹
۳۰۔سورۃ الانفال: ۹: ۳۲
۳۱۔ایضا: ۹: ۳۳
۳۲۔ایضا: ۸: ۳۴
۳۳۔سورۃ المعارج: ۷۰: ۱۔۲
۳۴۔ایضا: ۷۰: ۳۔۱۸
۳۵۔سورۃ العنکبوت: ۲۹: ۵۳۔۵۵
۳۶۔سورۃ التوبۃ: ۹: ۵۲
۳۷۔ایضا: ۹: ۵۶

علمی وتحقیقی مجلّہ

ماہنامہ فقہِ اسلامی کراچی

موضوع وار، مصنف وار، شمارہ وار

اشاریہ

[اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء]

مرتب: محمد شاہد حنیف

اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی